Tarseel, Vol.17 (ISSN: 0975-6655)
A Peer Reviewed Research Journal of Urdu
Listed in UGC-CARE
Directorate of Distance education,
University of Kashmir

شاد عظیم آبادی: اصلاحی ناولوں کا نذیرِ ثانی

ڈاکٹر محمد یونس ٹھوکر

تلخیص

شاد عظیم آبادی اردو کے ایک بلند پایہ شاعر مانے جاتے ہیں۔انہوں نے مختلف اصناف ادب میں طبع آزمائی کرکے اپنی تخلیقی ثروت مندی کا ٹھوس ثبوت پیش کیا۔ایسے شاعروں کی تعداد انگلیوں پر گننے کے لائق ہے جنہوں نے شاعری کے ساتھ ساتھ فکشن میں بھی طبع آزمائی کر کے اپنے افتادطبع کی رنگارنگی کا مظاہرہ کیا۔شاد عظیم آبادی کا تعلق ادیبوں کی اسی قبیل سے ہے۔ انہوں نے شاعری کے ساتھ ساتھ فکشن کے میدان میں بھی اپنے تخلیقی صلاحیتوں کے بند پانیوں کو جوئے آب عطا کرنے کی ایک صورت نکالی۔ناول نگاری کے میدان میں ڈپٹی نزیر احمد نزیر نے جو اصلاحی نالوں کی روش نکالی،آپ اسی روش کی پیروی کرتے ہوئے محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

کلیدی الفاظ:

رسوم ورواج،سماجی اصلاح،خشت اول،تشکیل وتعمیر،مخرب الاخلاق،ستونتی،صحرا کا تنہا قیس، اندھی تقلید،رنگ تغزل،انگشت بہ دنداں،نصب العین

اردو ادب کے بہت کم قارئین اس بات سے باخبر ہوں گے کہ شاد عظیم آبادی ایک ناول نگار بھی ہیں۔اردو شاعری میں تو بہر حال وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں لیکن ان کی ناول نگاری پر ادبی وتنقیدی سطح پر بہت کم چرچا ہوا ہے۔اس کی صاف وجہ

شاید یہی ہو سکتی ہے کہ ان کے منفرد رنگ تغزل کی گونج میں ان کی نثری تخلیقات کی آواز قدرے ماند پڑ گئی۔ حالاں کہ وہ ایک بہترین شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین نثر نگار بھی ہیں۔ بہار کے اردو نثر کی تاریخ ان کے ذکر کے بغیر ادھوری تصور کی جائے گی۔ اردو نثر میں ان کی پہچان بیک وقت ایک سوانح نگار، ایک تذکرہ نویس، تاریخ نویس، مکتوب نگار اور ایک ناول نگار کی حیثیت سے بھی اپنی جگہ قائم و دائم ہے۔ اردو کے ایک نامور محقق اور نقاد خلیل الرحمان اعظمی نے شاید ان کی اسی ہمہ جہت ادبی شخصیت کی طرف اشارہ کر کے لکھا ہے کہ:

> ''اردو کے بعض دوسرے اہم ادیبوں اور شاعروں کی طرح شاد کی شخصیت بھی بڑی پہلو دار ہے۔ اصناف نظم کے علاوہ اصناف نثر کے کئی علاقے ان کی ملکیت ہیں۔ ناول و افسانہ، سیرت نگاری و مرقع کشی، تذکرہ و تنقید، خودنوشت سوانح مکتوب نگاری اور لسانیات و عروض سے متعلق چھوٹی بڑی متعدد تصانیف و رسائل ان سے منسوب ہیں۔'' (۱)

شاد عظیم آبادی بہار میں اردو ناول نگاری کے اولین نام ہیں۔ ان کے متنازعہ ناول ''صورۃ الخیال'' کو بہار کی اردو ناول نگاری میں خشت اول کی حیثیت حاصل ہے۔ واضح رہے کہ یہ ناول پہلی بار ۱۸۷۶ء میں شائع ہوا۔ دیکھا جائے تو یہ دور اردو ناول نگاری کا اولین دور تھا۔ اسی دور میں ڈپٹی نذیر احمد نذیر کے ناولوں نے اپنی گونج فضا میں بہت بلند کی تھی۔ شاید اسی وجہ سے شعوری یا غیر شعوری طور پر نذیر احمد کے اثرات شاد کے نالوں میں کسی نہ کسی سطح پر ضرور دیدنی ہوتے ہیں۔ بالخصوص اصلاحی پہلوؤں کی تبلیغ اور ادب کو ایک بہتر سماج کی تشکیل و تعمیر کا ایک موثر آلہ تصور کرنے کے حوالے سے یہ بالکل نذیر احمد کے فکری مقلد نظر آتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے تعلّی یا انانیت سے کام لے کر خود کو اس صحرا کا تنہا قیس کہا ہے۔ جیسا کہ ان کے ناول ''صورۃ الخیال'' کے دیباچہ کے درجہ ذیل اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے:

> ''......مجھ سے میرے ایک دوست نے کہا کہ تم شاعری کے میدان میں تو سمند خیال بہت دوڑاتے ہو، کوئی ایسی ناول نہیں لکھتے کہ ملک کو فائدہ پہنچائے، یہ سن کر میں نے ناول کی تعریف ان سے پوچھی، اور جب اچھی طرح سے اس کی حقیقت سے آگاہ ہو گیا تو قصہ کا منصوبہ باندھا۔
> اس نئی طرز کی داستان میں نہ کسی طلسم کے باندھنے اور توڑنے کا حال ہے، نہ جنوں اور دیو پری کا ڈھکوسلہ ہے......اپنی ہی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد اور اپنے ہی دل کی گڑھت

ہے......خداوند سے دعا ہے کہ میری ناچیز کتاب سے میرے ہم وطن بھائیوں کو فائدہ پہنچے۔''(۲)

یہ ایک الگ موضوع ہے کہ شاد عظیم آبادی کے اس قول سے قارئین و ناقدین کس حد تک اتفاق قائم رکھ سکتے ہیں ہاں البتہ ایک نکتہ جو اس اقتباس کے بین السطور سے ابھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ کہ ان کے ناول تخلیق کرنے کے پس پشت قومی اصلاح کا جذبہ ہی موجزن رہا ہے۔اور یہ بات قطعی ہے کہ ان سے پہلے اصلاحی طرز پر ناولوں کا ایک منظّم ڈھانچہ اور قالب ڈپٹی نزیر احمد چھوڑ گئے تھے۔لہذا شاد عظیم آبادی کے ناولوں کا جب عمیق مطالعہ عمل میں لایا جاتا ہے تو اصلاحی سطح پر ہمیں ان کے ناولوں میں ڈپٹی نزیر احمد کے افکار و خیالات کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔نیز یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ وہ عہد سماجی تشکیل کا عہد تھا۔ تخلیق کار رومانوی فضا سے باہر نکل کر آزاد فضا میں سانسیں لینے کے لیے پر تول رہے تھے۔زندگی کے ٹھوس حقائق اور کھردرے مسائل ادب میں اپنی جگہ بنا رہے تھے۔شاد عظیم آبادی کا سماجی شعور ایک مثبت فکر کی غمازی کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ انھوں نے داستانوی دنیا سے نکل کر اس نئی صنف میں اپنی سماجی بیداری کا بین ثبوت پیش کیا۔چناں چہ اس حوالے سے زیشان فاطمی رقمطراز ہیں:

''داستان سے وابستہ غیر فطری واقعات و حادثات نے ایک طرح کی یکسانیت پیدا کر رکھی تھی۔ آنے والا عہد حقیقت نگاری کا عہد تھا۔خوابوں اور خیالوں میں رہنے والوں کے دن گزر چکے تھے۔پورا سماجی نظام تبدیلیوں کی ایک نئی دہلیز پر کھڑا تھا، جہاں زندگی کی بکھری ہوئی سچائیاں موضوع ادب بن رہی تھیں، اور عام انسان ان کی جگہ لے رہے تھے۔اس احساس کا تعلق شاد کے سماجی شعور سے تھا۔اسی لیے انھوں نے داستان نگاری کی توسیع کی طرف دھیان نہیں دیا اور ایک نئے فن کی طرف مائل ہو گئے۔''(۳)

اس ضمن میں ان کے پہلے ہی ناول ''صورۃ الخیال'' کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بالکل صاف طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ اس ناول کے تینوں حصوں کا تانا بانا سماجی اور معاشرتی سطح پر اصلاحی عوامل کے اردگرد ہی باندھا گیا ہے۔یہ ناول تین حصوں پر مبنی ہے صورۃ الخیال، ہیئۃ المقال اور حلیۃ الکمال۔تینوں حصوں میں ناول نگار نے سماج سطح پر قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے۔ تربیت اولاد، عورتوں کے مسائل، مخرب الاخلاق عوامل کی تدبیخ، بے جا رسوم و رواج پر تنقید، بے شرمی اور بے حیائی کی شدید

مذمت، رشوت خوری، بے ایمانی، جھوٹ، دوغلہ پن، شادی بیاہ کے معاملات میں بے جا اسراف کے ساتھ ساتھ حکومت کی لاپرواہی جیسے موضوعات اس ناول کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

ناول کے کردار بھی اصلاحی مقصد کے تحت ہی لائے گئے ہیں۔ اس ضمن میں اس ناول کے مرکزی کردار ولایتی کی مثال دی جاسکتی ہے۔ اس کردار کو سماجی سطح پر اصلاحی مقصد کے تحت ناول نگار نے ایک نمونہ بنا کر پیش کیا ہے۔ یہ ایک ایسی سگھڑ عورت ہے جو وفا پرستی، شوہر پرستی اور اطاعت شعاری کا ایک پیکر ہے۔ یہ اعلیٰ تعلیم سے بہرہ ہونے کے باوجود بھی ایک مہذب اور باشعور عورت ہے۔ اچھائی اور برائی کے مابین تمیز کرنے کی اعلی ترین صلاحیتیں اس کے اندر پوشیدہ ہیں۔ وہ سماجی سطح پر بوسیدہ اور دقیانوس رسومات کی مکمل آگہی رکھتی ہیں۔ ستونتی، امانت داری اور غیرت مندی سے اس کی شخصیت تعمیر ہوتی ہے۔ من جملہ طور پر اگر دیکھا جائے تو اس کردار کے ذریعے موصوف نے یہ حقیقتاً باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح ایک باشعور اور سلیقہ مند عورت گھر کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے۔ عورت کے اندر صبر و رضا اور قناعت شعاری کا وصف ہو تو ازدواجی زندگی حسین اور شاداب بن جاتی ہے۔ اور یہی چیز ہمیں ڈپٹی نذیر احمد کے ناول ''توبۃ النصوح'' میں ہمیں دیکھنے کو ملتی ہے۔

ان کے دیگر ناولوں میں بھی اصلاحی نوعیت کے موضوعات ہی کا عندیہ ملتا ہے۔ ان کا ناول ''صورت حال'' بھی ایک مکمل اصلاحی ناول ہے۔ اس ناول میں موصوف نے شدت کے ساتھ سماج و معاشرے میں پنپنے والے ان تمام رسومات و توہمات کی مذمت کی ہے جو ایک معاشرے کو اندر ہی اندر ایک دھیمک کی طرح کھا جاتے ہیں۔ جن کی وجہ سے ایک پورے سماج کا امن و سکون تہہ و بالا ہو جاتا ہے۔ بے جا رسومات اور خرافات کو فروغ دینے میں سب سے زیادہ ہاتھ ایک عورت کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے ناولوں میں بار بار عورتوں کو ہی مخاطب کر کے ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پورے ناول میں شاد عظیم آبادی ایک مبلغ بن کر سامنے آتے ہیں۔ ان کے اسلوب میں ایک خطیبانہ گھن گرج دیکھنے کو ملتی ہے۔ ناول میں اصلاحی مقاصد کے تحت ہی موصوف نے جگہ جگہ پر پند و نصائح کا دفتر کھول دیا ہے:

> ''عورتوں کو اپنے شوہروں کی اچھی نصیحتوں پر کاربند رہنا چاہیے، کہ خدا کی طرف سے یہی حکم ہے، جو عورتیں اپنی ضد میں اپنے شوہروں کی مفید باتیں نہیں سنتیں ان سے اللہ بھی خوش نہیں، اور آخرت میں اس معاملہ میں باز پرس ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ان کے شوہر تو یہ کہہ کر سبکدوش ہو جائیں گے کہ لایعنی رسومات کی ادائیگی میں ان کا کوئی حصہ نہیں، منہ زور اور ضدی بیویوں

نے ان کی ایک نہ سنی، اس طرح وہ خدا کے سامنے معصوم بن جائیں گے، پھر اس وقت وہ گنوار عورتیں جو بے ہودہ رسومات کی ادئیگی میں بہت پیش پیش ہیں کام نہ آئیں گی، نہ نانی حرمت، نہ دادی الفت، نہ بوا خیرن، نہ انا سوسن......'' (۴)

اسلام بیوہ عورتوں کے حقوق کا تحفظ جس پیمانے پر کرتا ہے اسی پیمانے سے مسلم معاشرے میں بیوہ عورتیں عدم تحفظ کی شکار ہیں۔ اسلام نے بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کو جس قدر مستحسن قرار دیا اسی قدر دینی غفلت شعاری کے باعث مسلمان اسے معیوب تصور کرتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں مسلم حکمران پر یہ ذمہ داری عائد ہوا کرتی تھی کہ وہ بیواؤں کے نکاح ثانی کو ترجیحی بنیادوں پر زیرغور رکھیں۔ موصوف نے اس ناول میں نہ صرف یہ کہ بیواؤں کی ناگفتہ بہ حالت کو کلک قلم کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ بایں ہمہ ان کے تئیں سماج میں روا رکھے جانے والے ناروا سلوک پر بھی اظہار تاسف پیش کیا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کے اندر پائے جانے والے اس طرح کے مخرب الاخلاق افعال کی بیخ کنی کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی وجہ تسمیہ پر بھی خوبصورت پیرایے میں اظہار خیال کیا ہے:

''اکثر رسوم ورواج ہندو تہذیب کی دین ہیں۔ مسلمان بڑی قلیل تعداد میں ہندوستان میں وارد ہوئے تھے، لیکن عورتیں ان کے ساتھ آئی تھیں، ان کی تعداد بھی کم تھی۔ ایسی صورت میں انہوں نے ہندوستانی عورتوں سے شادیاں رچائیں، ہندوستان میں بیکار رسوم ورواج ایک مدت سے پہلے ہوئے تھے، اس طرح ان عورتوں کے ساتھ ساتھ ان کے رسم ورواج بھی مسلمانوں میں آگئے، پھر عورتیں ضعیف الاعتقاد ہوتی ہیں، خودساختہ درویشوں مولویوں اور پنڈتوں کے دام فریب میں جلد آجاتی ہیں ان کے بتائے ہوئے ناقص عمل، تعویز گنڈوں پر بھروسہ کرلیتی ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ یہی امور رسم کی شکل اختیار کرلیتے ہیں۔'' (۵)

ڈپٹی نذیر احمد کی طرح شاد عظیم آبادی بھی سرسید تحریک سے بہت حد تک متاثر نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تعلیم نسواں کے نہ صرف خواہاں اور حامی ہیں بلکہ وہ اپنے ناولوں میں اس بات کی وکالت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ عورت کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرکے ہی ہم ایک بہتر خاندان اور بہتر سماج کا ڈھانچہ کھڑا کر سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر ایک عورت تعلیم یافتہ ہو تو رسومات کے نام پر جو جہالت کا اندھیرا چھایا ہوا ہے وہ ضرور چھٹ جائے گا۔ وہ مسلم معاشرے کے ہندوانہ رسوم و

روایات کو جہاں اندھی تقلید کی دین قرار دیتے ہیں وہیں حقیقی علم سے دوری بھی اس کا سبب گردانتے ہیں:

''مسلمان مرد کبھی غفلت اور کبھی جذبۂ محبت کے تحت اپنی عورتوں سے ایسی رسموں کی ادائیگی میں مخل نہ ہوتے، اس لیے ہندو گھروں کے رسم ورواج تھوڑی سی شکل بدل کر مسلمانوں میں رائج ہو گئے، چناں چہ بعض رسموں پر بُت پرستی کی چھاپ گہری ہے۔ مثلاً مسلمانوں میں دولہا بنانا پھر یہ گیت گانا، ''سہرا باندھیں اللہ میاں، کوٹھے سے اترے اللہ میاں'' اسی طرح گنگا ندی میں خواجہ خضر کا بیڑا بہانا، گنگا جی کی تقلید کی ایک صورت ہے۔''(٦)

مذکورہ ناول میں ناول نگار نے ان تمام رسوم ورواج کا پوسٹ مارٹم رپورٹ پیش کیا ہے جو مختلف صورتوں میں کسی نہ کسی طور پر مسلمانوں کے یہاں در آئی۔ توہمات کی ایک طویل فہرست پیش کر کے ناول نگار نے ان پر طنز کے زہر آلودہ تیر چلائے ہیں۔ وہ جعلی پیروں، گنڈے تعویزوں اور جاہلانہ علاج کے طریقوں سے عوام کو بار بار باخبر کرتے ہیں۔ وہ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے اپنے سماج و معاشرے کے ہر فرد کو بہرہ مند ہونے کا آرزو رکھتے ہیں۔ وہ قدم قدم پر اسلامی تعلیمات کے تناظر میں ان تمام برے خصائل اور اخلاق رزائل سے کنارہ کشی کرنے کی تلقین کرتے ہیں جن سے گھریلو نظام اور اخوت کا شیرزہ منتشر ہو جاتا ہے۔ غیبت اور چغل خوری سے آپسی رشتے بکھر جاتے ہیں۔ وہ تہمت کی تباہ کاریوں سے بھی اپنے قارئین کو بار بار متنبہ کرتے رہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''چغلیاں کھانے کا وہ مرض اور چسکا پڑ گیا ہے کہ ادھر ذرا سی بات سنی اور جھپ دوڑی دوڑی جاماں سے ایک کی دس لگادی، ان کے ڈر سے کوئی گھر میں بات ہی نہیں کرنے پاتا، کہیں دیوار کی اوٹ سے، کہیں دروازے کے پٹ سے ملی ہوئی چھپی ہوئی سن رہی ہیں چاہے وہ برائی نہ بھی ہو......آخر کو یہی تتر اپن سسرال میں ذلیل نکھٹو کرتا ہے۔''(٧)

شاد کے یہاں شادی بیاہ کے حوالے سے جتنے رسومات کا تفصیلی ذکر ملتا ہے اتنا نذیر احمد کے ناولوں میں بھی دیکھنے کو نہیں ملتا ہے۔ ان کی نظر میں یہیں وہ رسومات ہیں جنھوں نے عوام کی کمر توڑ دی ہے۔ وہ انگشت بہ دنداں ہوتے ہیں کہ آخر لوگوں کو کس سانپ نے سونگھ لیا ہے کہ وہ ان رسومات سے باز آنا کسی قیمت پر بھی گوارا نہیں کرتے۔ بھلے ہی ان کا دیوالیہ نہ نکل آئے لیکن وہ رسومات سے اعراض کرنا کسی طرح برداشت نہیں کریں گے:

''زمین داروں کی حالت،کلکٹری، مال گزاری، پھر روڈسس پبلک بان بان بہری، داک بہری وغیرہ کی وجہ سے ناگفتہ بہ ہے۔سروے کے جاری ہوتے، اسامیوں کے تیور، غیر یقینی فصل کی کٹائی، پٹواری کی چالیں اور روزانہ کے مقدمے کی وجہ سے زمین داروں کی آمدنی گھٹی جاتی ہے،لیکن اخراجات کی مد نہیں گھٹتی اور تقریبات پر کثیر رقم خرچ کرنے سے لوگ باز نہیں آتے۔''(۸)

من جملہ طور پر یہ بات بلاخوف وتردد کہی جاسکتی ہے کہ شاد عظیم آبادی ڈپٹی نذیر احمد کی طرح ادب کے اصلاحی وسماجی نصب العین کے قائل ہیں۔وہ سماج ومعاشرے کے ایک حقیقی نباض اور معالج بن کر اپنے ناولوں میں سامنے آتے ہیں۔ان کی نظریں بغور مشاہدہ کرتی ہیں کہ قوم کو متنوع قسم کے خرافات نے بڑی بری طرح سے اپنی جکڑ میں لے رکھا ہے۔لہذا مسلسل تلقین ہی اس مرض کا مداوا ثابت ہوسکتا ہے۔یہی واحد ایک راستہ ہے جس سے سوئی ہوئی قوم کے ضمیر کو جھنجوڑا جاسکتا ہے۔خود انہی کے الفاظ میں:

''نصیحت کی کتابیں دنیا میں اس قدر موجود ہیں کہ اگر ان کے نام لکھے جائیں تو پوری ایک جحیم کتاب ناموں ہی سے مرتب ہوسکتی ہے۔لیکن یہ بھی انسانی خاصہ ہے کہ جب تک پند وواعظ کے ساتھ تمثیلیں بیان نہ ہوں تب تک جلدی سے بات دل میں اترتی نہیں......''(۹)

ooo

حوالہ جات:

۱) بحوالہ ڈاکٹر خلیل الرحمان اعظمی، شاد عظیم آبادی اور ان کی نثر نگاری، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۸

۲) شاد عظیم آبادی، صورۃ الخیال، لیتھو آرٹ پریس، دریاپور، پٹنہ، سن ندارد، ص ۶

۳) زیشان فاطمی، شاد عظیم آبادی (ہندوستانی ادب کے معمار)، ساہتیہ اکادمی، ۱۹۹۶ء، ص ۲۲

۴) بحوالہ وہاب اشرفی، شاد عظیم آبادی اور ان کی نثر نگاری، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۴۳۷

۵) ایضاً، ص ۴۷

۶) شاد عظیم آبادی، صورۃ الخیال، لیتھو آرٹ پریس، دریاپور، پٹنہ، سن ندارد، ص ۸۹

۷) بحوالہ وہاب اشرفی، شاد عظیم آبادی اور ان کی نثر نگاری، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۷۶
۸) ایضاً، ص ۷۸
۹) شاد عظیم آبادی، صورۃ الخیال، لیتھو آرٹ پریس، دریاپور، پٹنہ، سن ندارد، ص (ق)

OOO

رابطہ:
ڈاکٹر محمد یونس ٹھوکر
استاد شعبۂ اردو، کشمیر یونیورسٹی
فون: 9541690559